

Allama Iqbal Open University AIOU Matric solved assignment No 1 Autumn 2025 Code 202 Pak Studies

سوال نمبر 1۔ اسلام سے قبل برصغیر کے لوگوں کی مذہبی حالت کیسی تھی؟

اسلام سے قبل برصغیر کی مذہبی حالت انتہائی متنوع اور پیچیدہ تھی۔ اس خطہ کو مختلف مذاہب اور عقائد کا گہوارہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہاں صدیوں سے گوناگوں مذاہب کے ماننے والے آباد تھے۔ لیکن بدقسمتی سے اصل پیغام اور بنیادی روحانیت وقت گزرنے کے ساتھ ماند پڑ گئی اور معاشرتی بگاڑ، ذات پات کا جبر، رسومات، توہم پرستی اور بت پرستی نے مذہبی زندگی کو کمزور کر دیا۔ اس تفصیل کو سمجھنے کے لیے ہمیں برصغیر میں رائج بڑے بڑے مذاہب اور ان کے اثرات کا جائزہ لینا ہوگا۔

ہندو مت کی مذہبی حالت

اسلام سے قبل برصغیر میں سب سے نمایاں اور غالب مذہب ہندو مت تھا۔ ہندو مذہب کی بنیاد ویدوں پر رکھی گئی تھی جنہیں الہامی کتابیں تصور کیا جاتا ہے۔ ویدوں میں ایک اللہ کی عبادت، نیک اعمال اور اخلاقی اقدار کا ذکر ملتا ہے، لیکن وقت کے ساتھ ان کی اصل تعلیمات مسخ ہو گئیں۔ مذہب میں ہزاروں دیوی دیوتا گھڑ لیے گئے اور بت پرستی عام ہو گئی۔ مذہب محض رسموں اور پوجا پاٹ تک محدود ہو گیا۔

ہندو معاشرے میں سب سے بڑا مسئلہ ذات پات کا نظام تھا۔ برہمنوں کو سب سے اعلیٰ اور مقدس مانا جاتا تھا۔ ان کے بعد کھتری اور ویش تھے جبکہ شودروں کو سب سے پست سمجھا جاتا تھا۔ شودروں کو تعلیم حاصل کرنے، مذہبی رسومات میں شریک ہونے یا عزت پانے کا حق نہیں تھا۔ انہیں صرف خدمت کے کاموں پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اس تقسیم نے معاشرے کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا اور انسانی مساوات کا کوئی تصور باقی نہیں رہا تھا۔

بدھ مت کی مذہبی حالت

بدھ مت، جس کی بنیاد گوتم بدھ نے رکھی تھی، ابتدا میں ایک اصلاحی تحریک کی حیثیت رکھتا تھا۔ بدھ مت نے ذات پات کے نظام کی مخالفت کی اور انسانیت، رحم دلی، اخلاقیات اور خواہشات پر قابو پانے کی تعلیم دی۔ لیکن اسلام کے ظہور سے پہلے بدھ مت بھی اپنی اصل تعلیمات سے ہٹ چکا تھا۔ خانقاہی نظام اور راہبانہ زندگی نے عوام کو مذہب سے دور کر دیا تھا۔ مجسمہ پرستی اور بت خانوں کی پوجا عام ہو گئی تھی۔ یوں ایک دین جو اصلاح اور اخلاقیات کے فروغ کے لیے آیا تھا، خود توہمات اور رسومات میں الجھ گیا۔

جین مت کی مذہبی حالت

جین مت بھی برصغیر کے چند علاقوں میں رائج تھا۔ یہ مذہب بنیادی طور پر عدم تشدد کی تعلیم دیتا تھا اور ہر جاندار کو نقصان نہ پہنچانے کا درس دیتا تھا۔ لیکن اس میں شدت پسندی نے اسے عام انسانوں کے لیے مشکل بنا دیا تھا۔ مثال کے طور پر بعض فرقے کھانے پینے کے دوران منہ پر کپڑا رکھتے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا اندر نہ چلا جائے۔ ایسے غیر عملی اور انتہا پسندانہ رویوں نے مذہب کو لوگوں کے لیے ناقابل عمل بنا دیا اور وہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ گیا۔

زرتشتیوں اور دیگر مذاہب کی حالت

برصغیر کے مغربی حصوں میں زرتشتی (پارسی) بھی موجود تھے۔ یہ لوگ آگ کو مقدس سمجھتے اور اس کے سامنے عبادت کرتے تھے۔ ان کے عقائد میں خیر و شر کی قوتوں کا ذکر تو تھا لیکن آتش پرستی اور رسوم نے اصل تعلیمات کو دھندلا دیا۔ اس کے علاوہ برصغیر کے کچھ علاقوں میں فطرت پرستی کا رواج تھا۔ لوگ سورج، چاند، درختوں، دریاؤں اور پہاڑوں کو پوجتے اور ان میں الوہیت تلاش کرتے تھے۔

مذہبی بگاڑ اور معاشرتی مسائل

اسلام سے قبل برصغیر کی مذہبی حالت کا ایک بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اصل توحید کا تصور تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ لوگ خالق کے بجائے مخلوق کی عبادت کرتے تھے۔ بت پرستی، دیوی دیوتاؤں کا گھڑاؤ، رسومات اور توہم پرستی عام تھی۔ اخلاقی اقدار بگڑ چکی تھیں۔ ذات پات کا نظام انسانوں کے درمیان سخت امتیاز پیدا کر چکا تھا۔ نچلی ذات کے لوگ محرومی اور ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ مذہبی رہنما اور برہمن عوام کا استحصال کرتے تھے اور مذہب کو اپنی ذاتی بالادستی قائم رکھنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

خواتین کی مذہبی و معاشرتی حالت

اس دور میں عورت کی حیثیت نہایت پست تھی۔ اسے مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ہندو مذہب میں بیوہ عورت کے لیے "ستی" کی رسم عام تھی، جس کے مطابق بیوہ کو اپنے شوہر کی چتا پر جلایا جاتا تھا۔ عورت کو تعلیم، وراثت یا عزت دینے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ یوں مذہبی بگاڑ نے خواتین کو بھی مظلوم اور محروم بنا دیا۔

روحانی پہلو

برصغیر میں مذاہب کے ماننے والے لوگ حقیقی روحانیت سے دور ہو چکے تھے۔ مذہب کا تعلق صرف رسموں اور پوجا پاٹ سے رہ گیا تھا۔ عبادت کا مقصد اللہ کی رضا یا اخلاقی تربیت کے بجائے برکتیں حاصل کرنا، دیوی

دیوتاؤں کو خوش کرنا اور خوف کی بنیاد پر رسومات ادا کرنا تھا۔ مذہب انسان کی روحانی اصلاح اور معاشرتی بھلائی کے بجائے محض دنیاوی مقاصد اور توہم پر مبنی دعاؤں تک محدود ہو گیا تھا۔

خلاصہ

اسلام سے قبل برصغیر کی مذہبی حالت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے: یہاں ہندو مت، بدھ مت، جین مت، زرتشتی اور دیگر مذاہب رائج تھے لیکن سب اپنی اصل روح سے ہٹ کر رسومات، توہمات اور بگاڑ کا شکار ہو چکے تھے۔ توحید کا تصور مفقود ہو چکا تھا، اخلاقی اقدار کمزور ہو گئی تھیں، معاشرتی عدل اور مساوات کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ عورت مظلوم تھی، نچلی ذات کے لوگ بے عزت اور محروم تھے اور مذہب عوام کے لیے سکون کے بجائے بوجھ بن گیا تھا۔ ایسے حالات میں اسلام کا پیغام برصغیر کے لیے ایک روشنی اور انقلاب کی حیثیت رکھتا تھا، جس نے توحید، مساوات، عدل، بھائی چارہ اور انسانیت کا سبق دیا اور اس خطے کی مذہبی و سماجی تاریخ کو یکسر بدل دیا۔

سوال نمبر 2۔ برصغیر میں مسلم معاشرے کے قیام کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات بیان کریں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (1564ء-1624ء) برصغیر کی اسلامی تاریخ کی ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے دین کی بقا، اسلامی اقدار کے فروغ اور مسلم معاشرے کے قیام کے لیے غیر معمولی جدوجہد کی۔ آپ کو "مجدد الف ثانی" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے گیارہویں صدی ہجری میں دین کی تجدید کا عظیم کام سرانجام دیا۔ برصغیر میں مغل بادشاہ اکبر کے دور حکومت میں مذہب کے حوالے سے شدید انتشار اور انحراف پیدا ہو چکا تھا۔ اکبر نے "دین الہی" کے نام سے ایک نیا مذہب متعارف کرایا، جس کا مقصد ہندو مت، بدھ مت، عیسائیت اور اسلام سمیت مختلف مذاہب کو یکجا کرنا تھا۔ اس عمل نے اسلامی معاشرتی ڈھانچے کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے نہ صرف اسلام کی اصل تعلیمات کو دوبارہ زندہ کیا بلکہ مسلمانوں کے معاشرتی و دینی تشخص کو بھی بحال کیا۔ ذیل میں ان کی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ دین الہی اور الحاد کے مقابلے میں اسلام کی حفاظت

اکبر کے دور میں اسلام کو سرکاری سطح پر پس پشت ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ "دین الہی" کے نام پر ایک ایسا مذہب گھڑ لیا گیا جس میں ہندو رسومات، پوجا پاٹ، آتش پرستی اور دیگر مذاہب کے اثرات شامل تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس باطل نظریے کی بھرپور مخالفت کی۔ آپ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف علماء و مشائخ کو خبردار کیا بلکہ عوام کو بھی دین کی اصل روح سے روشناس کرایا۔ آپ کی کوششوں سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور وہ اس فتنہ سے بچ گئے۔

2۔ توحید اور شریعت کی بالادستی کا پیغام

حضرت مجدد الف ثانی نے واضح الفاظ میں کہا کہ دین اسلام کی بنیاد صرف توحید اور شریعت محمدیؐ پر ہے۔ کسی بھی مذہب یا فلسفے کو اسلام کے برابر

قرار دینا یا اس کے ساتھ ملا دینا سراسر گمراہی ہے۔ آپ نے توحید خالص کا تصور اجاگر کیا اور بتایا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے شریعت کی پابندی کو ہر مسلمان پر لازم قرار دیا اور صوفیانہ طریقت کو بھی شریعت کے تابع کیا۔ اس طرح آپ نے اسلام کے عملی اور اعتقادی پہلو کو مضبوط کیا۔

3. مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت

حضرت مجدد الف ثانی نے مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کو اپنی اولین ترجیح بنایا۔ آپ نے لوگوں کو بدعات، رسومات اور غیر اسلامی عقائد سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اپنے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف اپنے خلفاء اور شاگردوں کو ہدایت دی بلکہ عام مسلمانوں کو بھی دین کے مطابق زندگی گزارنے کی طرف راغب کیا۔ آپ نے بتایا کہ ایک اچھا مسلمان وہی ہے جو اپنے عقیدے، عمل اور اخلاق میں شریعت کے اصولوں کو اپنائے۔

4. تصوف کی اصلاح

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو شریعت کے تابع کر دیا۔ اس سے قبل بعض صوفیاء نے وحدت الوجود کے نظریے کو اس طرح پیش کیا تھا کہ اس میں شریعت کی اہمیت کم ہوتی جا رہی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الشہود کے تصور کو عام کیا اور واضح کیا کہ اللہ اور بندے کے درمیان خالق و مخلوق کا فرق ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس نے تصوف کو دوبارہ اسلام کے بنیادی عقائد سے ہم آہنگ کیا اور مسلمانوں میں صحیح روحانی شعور پیدا کیا۔

5. سیاسی سطح پر اثرات

حضرت مجدد الف ثانی نے محض علمی اور روحانی اصلاح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیاسی سطح پر بھی اثر انداز ہوئے۔ آپ نے مغل دربار کے امراء اور حکام کو خطوط لکھے اور انہیں اسلام کی اصل روح کی طرف متوجہ کیا۔ آپ

کی محنت اور جدوجہد کے نتیجے میں جہانگیر کے دور میں دین الہی کا خاتمہ ہوا اور اسلامی اقدار دوبارہ نمایاں ہوئیں۔ اس طرح آپ نے سیاسی فضا کو بھی مسلمانوں کے لیے سازگار بنایا۔

6. مکتوبات کی اہمیت

حضرت مجدد الف ثانی کی سب سے بڑی علمی خدمت ان کے "مکتوبات" ہیں۔ یہ خطوط برصغیر کے علماء، مشائخ، امراء اور عام لوگوں کو لکھے گئے۔ ان میں عقیدہ توحید، شریعت کی پابندی، تصوف کی اصلاح، معاشرتی مسائل اور اسلامی زندگی کے اصولوں کی وضاحت کی گئی۔ مکتوبات نے برصغیر میں ایک اصلاحی تحریک پیدا کی اور لوگوں کو دین اسلام کے قریب کر دیا۔

7. مسلم معاشرے کی تشکیل میں کردار

حضرت مجدد الف ثانی نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ ان کی اصل شناخت دین اسلام ہے۔ انہیں اپنی تہذیب، معاشرت، عقائد اور عبادات پر فخر کرنا چاہیے اور غیر اسلامی رسوم سے اجتناب کرنا چاہیے۔ آپ کی جدوجہد نے مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ پیدا کیا اور وہ اپنے دینی تشخص کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کے کارناموں کی بدولت برصغیر میں ایک مضبوط مسلم معاشرہ وجود میں آیا جو بعد میں مغل سلطنت کے آخری ادوار اور پھر آزادی کی تحریک میں بھی نظر آیا۔

نتیجہ

اسلام سے قبل برصغیر میں مسلمانوں کو فتنہ دین الہی، ہندو اثرات، بدعات اور رسومات کے باعث شدید خطرات لاحق تھے۔ ایسے میں حضرت مجدد الف ثانی نے تجدید دین کا عظیم کام سرانجام دیا۔ آپ نے توحید و شریعت کی بالادستی قائم کی، تصوف کی اصلاح کی، مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کی، سیاسی سطح پر دین کو مضبوط کیا اور ایک ایسا اسلامی شعور پیدا کیا جس نے برصغیر میں مسلم معاشرے کو نئی جان بخشی۔ اسی لیے آپ کو برصغیر

کی دینی تاریخ میں ایک نجات دہندہ کی حیثیت حاصل ہے اور آپ کے بغیر
برصغیر میں مسلم معاشرے کا وجود شاید ممکن نہ ہوتا۔

www.studyvillas.com

سوال نمبر 3۔ برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب تحریر کریں

برصغیر کی تاریخ میں مسلمانوں نے سات صدیوں تک حکومت کی، جن میں دہلی سلطنت اور مغل سلطنت نمایاں ترین تھیں۔ مسلمانوں کی حکمرانی کے دوران یہاں انصاف، علم و فنون، فن تعمیر، تجارت اور معیشت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ لیکن تاریخ کا اصول ہے کہ جب بھی کوئی قوم اپنی اصل بنیادوں اور اخلاقی اصولوں سے دور ہو جاتی ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں نے علمی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی بنیادوں پر عظیم کارنامے سرانجام دیے لیکن پھر بتدریج کمزور ہوتے گئے اور بالآخر انگریزوں کے تسلط میں آ گئے۔ ذیل میں مسلمانوں کے زوال کے اہم اسباب کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ سیاسی نااہلی اور کمزور حکمران

مسلمانوں کے زوال کا سب سے بنیادی سبب سیاسی نااہلی تھا۔ اکبر کے بعد مغل سلطنت میں باصلاحیت حکمران کم ہوتے گئے۔ شاہجہان نے تعمیرات پر توجہ دی مگر سلطنت کی سیاسی و عسکری بنیادوں کو مضبوط نہ کیا۔ اورنگزیب اگرچہ دین دار اور باصلاحیت حکمران تھے لیکن ان کی سخت گیر پالیسیوں اور مسلسل جنگوں نے سلطنت کو کمزور کر دیا۔ اورنگزیب کے بعد آنے والے بادشاہ عیش و عشرت میں ڈوب گئے اور سلطنت کی باگ ڈور چلانے کے اہل نہ رہے۔ نااہل حکمرانوں نے سلطنت کو اندرونی اور بیرونی سازشوں کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔

2۔ جانشینی کی لڑائیاں اور خانہ جنگی

مغل سلطنت میں سب سے بڑا داخلی مسئلہ جانشینی کی لڑائیاں تھیں۔ ہر بادشاہ کے بعد شہزادے تخت کے لیے آپس میں لڑ پڑتے اور ایک دوسرے کے خلاف

خونریز جنگیں کرتے۔ یہ خانہ جنگیاں سلطنت کو اندر سے کھوکھلا کر گئیں۔ امراء اور وزراء بھی ذاتی مفاد کے لیے کسی ایک شہزادے کے ساتھ شامل ہو جاتے اور اس طرح اتحاد بکھر جاتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی اجتماعی طاقت ٹوٹ گئی اور دشمنوں کو حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔

3۔ عیش و عشرت اور بدعنوانی

زوال کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ امراء، وزراء اور حکمران طبقہ عیش و عشرت اور تعیشات میں ڈوب گیا۔ محلات کی تعمیر، شاہانہ ضیافتیں، جشن اور غیر ضروری اخراجات عام ہو گئے۔ خزانہ جو عوام کی فلاح کے لیے استعمال ہونا چاہیے تھا وہ عیش و عشرت پر ضائع کیا جانے لگا۔ اس بدعنوانی نے فوجی نظام کو کمزور کر دیا اور عوامی فلاح و بہبود نظر انداز ہو گئی۔ جب حکمران خود غافل ہو جائیں تو ریاست زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔

4۔ سائنسی اور تعلیمی پسماندگی

ابتدائی دور میں مسلمان علم و ہنر میں دنیا کی قیادت کر رہے تھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ تعلیم و تحقیق کا عمل رک گیا۔ مدرسوں میں صرف فقہ اور مذہبی علوم پڑھائے جانے لگے، سائنسی تحقیق اور جدید علوم کو نظر انداز کیا گیا۔ یورپ نے اسی دوران سائنس، ریاضی اور طب میں ترقی کی اور صنعتی انقلاب برپا کیا۔ مسلمانوں کی علمی پسماندگی نے انہیں معاشی و عسکری میدان میں پیچھے دھکیل دیا اور انگریزوں کے لیے برصغیر پر قابض ہونا آسان ہو گیا۔

5۔ فرقہ واریت اور مذہبی بگاڑ

مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت نے جڑیں مضبوط کر لیں۔ سنی اور شیعہ کے درمیان اختلافات، اور مختلف صوفی سلسلوں کے ماننے والوں میں کشیدگی نے اتحاد کو ختم کر دیا۔ بدعات، توہمات اور رسومات نے دین کی اصل روح کو کمزور کر دیا۔ اسلام جو مساوات اور اخوت کا پیغام دیتا ہے، وہ برصغیر میں رسم پرستی اور گروہی اختلافات میں دب گیا۔ اس مذہبی انتشار نے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو توڑ ڈالا۔

6. معاشی بدحالی

مسلمانوں کے زوال میں معاشی بدحالی نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ زمین داری نظام میں بدعنوانی بڑھ گئی۔ کسانوں سے بھاری ٹیکس وصول کیے گئے اور ان کی حالت ابتر ہو گئی۔ تجارت اور صنعت کمزور ہو گئیں۔ جب یورپی اقوام خصوصاً انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے برصغیر میں داخل ہوئے تو انہوں نے تجارت پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان تاجر اور صنعت کار مقابلہ نہ کر سکے اور معاشی طور پر کمزور ہوتے گئے۔

7. فوجی کمزوری

ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں نے فوجی طاقت کی بدولت فتوحات حاصل کیں۔ لیکن بعد کے زمانے میں فوج کمزور ہو گئی۔ سپاہیوں کی تربیت پر توجہ نہیں دی گئی اور فوجی نظام بکھر گیا۔ یورپی طاقتوں نے جدید ہتھیار اور توپ خانے تیار کر لیے جبکہ مسلمان پرانے طریقوں سے جنگ لڑتے رہے۔ نتیجتاً انگریزوں اور دیگر بیرونی طاقتوں کے سامنے مسلمانوں کی فوج بے بس ثابت ہوئی۔

8. عوامی ناانصافی اور استحصال

حکمران طبقہ عوام سے کٹ گیا۔ عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا گیا جبکہ ان کی بنیادی ضروریات پوری نہ کی گئیں۔ نچلے طبقات خصوصاً کسان اور مزدور بدترین استحصال کا شکار ہوئے۔ اس ظلم و ناانصافی نے عوام کے دلوں سے حکمرانوں کی محبت نکال دی اور وہ ریاست کے ساتھ مخلص نہ رہے۔ ایک قوم جب اپنی عوام کو نظر انداز کرتی ہے تو اس کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔

9. بیرونی حملے اور انگریزوں کی سازشیں

مسلمانوں کے زوال میں بیرونی حملوں اور انگریزوں کی چالاکیوں نے بھی کردار ادا کیا۔ پرتگالی، ڈچ، فرانسیسی اور انگریز سب برصغیر میں داخل ہوئے لیکن انگریز سب سے زیادہ چالاک اور منظم ثابت ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلافات سے فائدہ اٹھایا۔ مختلف ریاستوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑایا اور آہستہ آہستہ پورے برصغیر پر قبضہ کر لیا۔ اگر مسلمان متحد ہوتے تو انگریز کبھی اتنی آسانی سے کامیاب نہ ہو سکتے۔

10. اسلام کی اصل روح سے دوری

زوال کا سب سے بنیادی سبب اسلام کی اصل روح سے دوری تھی۔ مسلمان تقویٰ، علم، عدل اور مساوات کی بجائے دنیاوی عیش و عشرت اور رسومات میں الجھ گئے۔ اسلام نے مسلمانوں کو جو اصول دیے تھے وہ ترک کر دیے گئے۔ جب کوئی قوم اپنے دینی اور اخلاقی اصول بھول جائے تو اس کی طاقت بکھر جاتی ہے اور وہ غلامی کا شکار ہو جاتی ہے۔

نتیجہ

برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب کثیر الجہتی تھے۔ سیاسی نااہلی، جانشینی کی لڑائیاں، عیش و عشرت، علمی پسماندگی، فرقہ واریت، معاشی بدحالی، فوجی کمزوری، عوامی استحصال اور بیرونی طاقتوں کی سازشوں نے مل کر اس عظیم سلطنت کو زوال کی طرف دھکیل دیا۔ ان اسباب نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو توڑ دیا اور انگریزوں کو قابض ہونے کا موقع فراہم کیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سبق ہے کہ اگر وہ دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں علم و تحقیق، اتحاد، عدل و انصاف اور اسلام کی اصل روح کو اپنانا ہوگا۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ دوبارہ دنیا کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر 4۔ سر سید احمد خان نے دو قومی نظریہ کے حوالے سے کیا خدمات انجام دیں؟

برصغیر کی تاریخ میں سر سید احمد خان کا نام ایک عظیم مصلح، محسنِ تعلیم اور مسلمانوں کے ہمدرد رہنما کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے انیسویں صدی میں ایسے وقت پر مسلمانوں کی قیادت کی جب 1857 کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر کے مسلمان شدید زوال اور مایوسی کا شکار تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنی شکست کا اصل ذمہ دار سمجھا اور ان پر سخت مظالم ڈھائے۔ مسلمان تعلیمی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے پستی کا شکار ہو گئے۔ ایسے حالات میں سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو نئی راہ دکھائی، انہیں جدید تعلیم کی طرف راغب کیا اور یہ شعور دیا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں جن کے خیالات، ثقافت اور مذہب ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ یہی نظریہ بعد میں "دو قومی نظریہ" کہلایا اور پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔ ذیل میں سر سید احمد خان کی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

1۔ مسلمانوں کو مایوسی سے نکالنا

1857 کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں پر ہر طرف الزام لگایا گیا۔ انگریزوں نے ان کی جائیدادیں ضبط کیں اور تعلیمی ادارے بھی تباہ ہو گئے۔ ایسے حالات میں مسلمان بالکل مایوس اور ناامید ہو گئے تھے۔ سر سید احمد خان نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور انہیں بتایا کہ وہ ایک الگ قوم ہیں اور اگر وہ علم و ترقی حاصل کریں تو دوبارہ عروج پا سکتے ہیں۔

2۔ علیحدہ قومیت کا شعور اجاگر کرنا

سر سید احمد خان نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بڑھتے ہوئے اختلافات کو بہت قریب سے دیکھا۔ انہوں نے ہندوؤں کے رویوں کو دیکھ کر یہ اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں۔ ان کے مذہب، عبادات، طرزِ زندگی، کھانے پینے کے طریقے، عادات و اطوار، تاریخی پس منظر اور تہذیب و تمدن میں کوئی یکسانیت نہیں۔ اس لیے وہ ایک قوم نہیں بن سکتے۔ یہ خیال ہی آگے چل کر دو قومی نظریہ کی بنیاد بنا۔

3۔ تعلیمی اداروں کا قیام

سر سید احمد خان نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو جدید تعلیم کے بغیر آگے بڑھنا ناممکن ہے۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے 1875ء میں علی گڑھ میں محمدن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا جو بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ اس ادارے نے مسلمانوں کو جدید علوم اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا اور ایک نئی تعلیم یافتہ مسلمان قیادت سامنے آئی۔ یہی قیادت آگے چل کر مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی بنیاد بنی۔

4۔ انگریزوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنانا

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف نفرت اور دشمنی کو چھوڑ دیں اور ان کے ساتھ تعلقات بہتر بنائیں۔ انہوں نے یہ کہا کہ انگریزوں سے ٹکر لینے کے بجائے ان سے تعاون کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو تعلیمی اور معاشی ترقی کا موقع ملے۔ یہ حکمتِ عملی اس لیے بھی کامیاب رہی کہ مسلمانوں نے اپنی کھوئی ہوئی حیثیت بحال کر لی۔

5۔ ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت واضح کرنا

شروع میں سر سید احمد خان ہندو مسلم اتحاد کے قائل تھے لیکن جلد ہی انہیں یہ احساس ہوا کہ ہندو مسلمان اتحاد ممکن نہیں۔ کانگریس کے قیام کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ یہ جماعت مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچائے گی کیونکہ ہندو اکثریت ہمیشہ اپنے فائدے کے لیے مسلمانوں کو دبائے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی شناخت قائم رکھنی چاہیے۔

6. سیاسی بصیرت اور دو قومی نظریہ کی بنیاد

سر سید احمد خان نے کہا تھا کہ "ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں ہیں۔" انہوں نے مثال دی کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی پلیٹ میں کھانا نہیں کھا سکتے، ان کے رسم و رواج، خدا اور مذہبی عقائد ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس لیے ان کو ایک قوم قرار دینا ناممکن ہے۔ یہ نظریہ آگے چل کر دو قومی نظریہ کہلایا اور پاکستان کے قیام کا بنیادی اصول بنا۔

7. صحافت اور تحریری خدمات

سر سید احمد خان نے تحریروں کے ذریعے بھی دو قومی نظریہ کو تقویت دی۔ انہوں نے رسائل اور کتابچے لکھے، جیسے "آثار الصنادید" اور "اسباب بغاوت ہند"، جن میں مسلمانوں کی مشکلات کو واضح کیا اور انگریزوں کو بھی سمجھایا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو اپنی شناخت یاد دلائی۔

8. مسلم علیحدگی کی سیاسی بنیاد

سر سید احمد خان نے نہ صرف تعلیمی میدان میں بلکہ سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کے لیے علیحدہ قومیت کا تصور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندو اکثریت کے نیچے مسلمانوں کے لیے انصاف اور آزادی ممکن نہیں۔ اگر مسلمانوں نے اپنی علیحدہ سیاسی قوت اور تعلیمی ترقی پر توجہ نہ دی تو وہ ہمیشہ غلام رہیں گے۔

نتیجہ

سر سید احمد خان کی خدمات دو قومی نظریہ کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مایوسی سے نکالا، تعلیمی ادارے قائم کیے، ہندو اور مسلمان کے درمیان فرق کو واضح کیا، انگریزوں سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی پالیسی اپنائی اور مسلمانوں کو علیحدہ قوم ہونے کا شعور دیا۔ انہی کی کوششوں کی بدولت مسلمانوں میں ایک نئی بیداری پیدا ہوئی اور بعد میں مسلم لیگ کے ذریعے یہ نظریہ پاکستان کے قیام کی صورت میں حقیقت بن گیا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ سر سید احمد خان وہ شخصیت ہیں جنہوں نے برصغیر میں مسلمانوں کو دو قومی نظریہ کی بنیاد فراہم کی۔

سوال نمبر 5۔ تحریک خلافت اور ہجرت تحریک پر بحث کریں

تعارف

برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں تحریک خلافت اور ہجرت تحریک نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ دونوں تحریکیں بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی جذبات کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان تحریکوں کا بنیادی مقصد نہ صرف مسلمانوں کے دینی اور ملی تشخص کی حفاظت تھا بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک نئی سیاسی بیداری اور آزادی کی راہ پر گامزن کرنا بھی تھا۔ خلافت تحریک خلافت عثمانیہ کے تحفظ کے لیے چلائی گئی، جبکہ ہجرت تحریک مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں غیر اسلامی اور ظالمانہ سیاسی نظام سے نجات حاصل کرنے کی ایک صورت کے طور پر ابھری۔ دونوں تحریکوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں اتحاد، قربانی اور آزادی کی تڑپ پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

تحریک خلافت کا پس منظر

خلافت عثمانیہ صدیوں تک مسلمانوں کی وحدت اور سیاسی و مذہبی مرکزیت کی علامت رہی۔ پہلی جنگ عظیم (1914-1918ء) میں جب سلطنت عثمانیہ شکست کھا گئی اور برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے ترکوں پر سخت شرائط عائد کیں تو مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ خصوصاً جب ترکی کی خلافت کو ختم کرنے کی سازشیں ہوئیں اور خلافت کا ادارہ کمزور پڑنے لگا، تو برصغیر کے مسلمانوں نے اسے اپنے دین و ایمان پر حملہ سمجھا۔

تحریک خلافت کا آغاز

1919ء میں برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ کے تحفظ کے لیے ایک تحریک شروع کی جسے "تحریک خلافت" کہا جاتا ہے۔ اس تحریک کی قیادت مشہور علماء اور رہنماؤں نے کی، جن میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور دیگر شامل تھے۔

تحریک خلافت کے مقاصد

1. خلافت عثمانیہ کا تحفظ اور خلافت کے ادارے کو برقرار رکھنا۔
 2. مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی جذبات کی نمائندگی کرنا۔
 3. برصغیر کے مسلمانوں کو متحد کر کے انگریز حکومت پر دباؤ ڈالنا۔
 4. ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
-

تحریک خلافت کی خصوصیات

- اس تحریک میں علماء اور عوام دونوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔
- یہ تحریک پہلی بار مسلمانوں کی اجتماعی سیاسی قوت کے طور پر سامنے آئی۔
- گاندھی جی نے بھی مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اس تحریک کی تائید کی، جس سے وقتی طور پر ہندو مسلم اتحاد میں اضافہ

ہوا۔

- اس تحریک نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ احساس بیدار کیا کہ ان کی قسمت کا فیصلہ انگریزوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

تحریک خلافت کے اثرات

1. مسلمانوں میں سیاسی بیداری اور اتحاد پیدا ہوا۔
2. برصغیر کی آزادی کی جدوجہد کو ایک نیا رخ ملا۔
3. انگریز حکومت کو مسلمانوں کی طاقت اور قربانیوں کا احساس ہوا۔
4. یہ تحریک بالآخر ناکام ہو گئی کیونکہ خلافت عثمانیہ 1924ء میں مصطفیٰ کمال نے ختم کر دی، مگر مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ مزید بڑھ گئی۔

ہجرت تحریک کا پس منظر

ہجرت تحریک خلافت تحریک ہی کے تناظر میں سامنے آئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ انگریز حکومت ظالم ہے اور اس کے زیر سایہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے آزادی ممکن نہیں تو علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ دارالحرب (کافروں کے ملک) سے ہجرت کر کے دارالاسلام (کسی آزاد اسلامی علاقے)

میں جانا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس پس منظر میں افغانستان کو دارالاسلام سمجھتے ہوئے مسلمانوں نے وہاں ہجرت کا ارادہ کیا۔

ہجرت تحریک کا آغاز

1920ء میں ہزاروں مسلمان اپنے گھربار چھوڑ کر افغانستان کی طرف نکلے۔ ان کے جذبے بے حد بلند تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کے زیر تسلط رہنا اسلام کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔

ہجرت تحریک کے اثرات

1. لاکھوں مسلمان اپنے گھربار، جائیدادیں اور کھیت چھوڑ کر نکل پڑے۔
 2. افغانستان نے شروع میں ان مسلمانوں کو خوش آمدید کہا لیکن بعد میں بڑی تعداد میں آنے والے مہاجرین کے لیے انتظامات ممکن نہ رہے، لہذا انہیں واپس جانا پڑا۔
 3. بہت سے مسلمان راستے ہی میں فاقہ کشی اور بیماریوں سے جاں بحق ہو گئے۔
 4. اس تحریک کی ناکامی کے باوجود اس نے مسلمانوں کے جذبہ قربانی اور دین سے محبت کو ظاہر کیا۔
-

تحریک خلافت اور ہجرت تحریک کا باہمی تعلق

● دونوں تحریکیں ایک ہی پس منظر یعنی مسلمانوں کے دینی اور سیاسی حقوق کی حفاظت کے لیے شروع ہوئیں۔

● تحریک خلافت نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جبکہ ہجرت تحریک نے مسلمانوں کے عملی جذبے کو اجاگر کیا۔

● دونوں تحریکوں نے انگریزوں کو مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور آزادی کی خواہش سے آگاہ کیا۔

مجموعی اثرات

1. تحریک خلافت اور ہجرت تحریک نے مسلمانوں میں یہ شعور پیدا کیا کہ ان کے مسائل کا حل صرف انگریزوں سے آزادی ہے۔

2. ان تحریکوں نے مسلمانوں کو متحد کر کے مستقبل میں ایک الگ وطن کے مطالبے کی بنیاد فراہم کی۔

3. اگرچہ یہ تحریکیں وقتی طور پر کامیاب نہ ہو سکیں، لیکن انہوں نے مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کی اور تحریک پاکستان کے لیے زمین ہموار کی۔

تحریک خلافت اور ہجرت تحریک برصغیر کی تاریخ کے اہم ابواب ہیں۔ ان تحریکوں نے مسلمانوں میں بیداری، قربانی اور اتحاد کی روح پیدا کی۔ اگرچہ یہ تحریکیں اپنے فوری مقاصد حاصل نہ کر سکیں، لیکن ان کے اثرات نے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کے لیے تیار کر دیا۔ یہی جذبات آگے چل کر دو قومی نظریہ اور تحریک پاکستان کی کامیابی کا سبب بنے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ خلافت اور ہجرت کی تحریکوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک عظیم مقصد کے لیے بیدار کیا اور آزادی کی منزل قریب تر کر دی۔

www.studyvillas.com